جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ اکتوبر ۲۰۱۴ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر:0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر:0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

شامت اعمال ماصورت........گرفت

وطن عزیز اس وقت مختلف بحرانوں کا شکار ہے، کہیں انقلاب اور آزادی مارچ کے نام پر دھرنے ہیں اور کہیں سیلاب کی وجہ سے ملک کے بعض حصوں میں بسنے والے آفت زدہ ہیں۔ادھر لوڈ شیڈنگ اور مہنگائی مفلوک الحالی کا سلسلہ بھی ایک عرصہ سے جاری ہے۔

مختلف مصائب اور پریشانیوں میں ابتلاء کے ظاہری اسباب سے بھی صرفِ نظر نہیں کرنا چاہئے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ پریشانیوں کی اصل وجہ انسان کے اپنے اعمال بد ہیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون ۔(سورۂ روم:۴۱) لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے شاید وہ باز آجائیں۔

قرآن وحدیث کے بغور دیکھنے سے یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی اپنی شامتِ اعمال مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اس لیے اسے اپنے اعمال بد کی اصلاح کی طرف ضرور متوجہ ہونا چاہئے، عام انسان سے لے کر حکمرانوں تک یہ سب ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اپنی کمی کوتاہیوں کی اصلاح کریں۔

عقائد سے لے کر دین کے تمام شعبوں میں اس وقت مسلمانوں کی مجموعی حالت یقیناً قابل اصلاح ہے، اکثر مسلمان اسلامی بنیادی عقائد سے ناواقف اور دین اسلام کی ضروری تعلیمات سے نابلد اور بے بہرہ ہیں۔مسلمانوں کا اچھا خاصا پڑھا لکھا طبقہ بھی دین

اسلام کو عقائد اور عبادات تک ہی محدود سمجھتا ہے، اسلام کے جامع، کامل اور مکمل ہونے کے اعتقاد کے باوجود عملی طور پر معاشرت، معاملات، اخلاق، تہذیب وتمدن، خوشی اور غمی سیاست میں اپنے آپ کو اسلامی ہدایات کا پابند نہیں رکھتا۔ اور یہ حق تعالیٰ کے حکم: یٰایھاالذین آمنواادخلوافی السلم کافة کی صریح خلاف ورزی ہے۔

پھر نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات کو نہیں اپنایا جاتا بلکہ اس کے علی الرغم اسلامی تعلیمات کی کھلم کھلا مخالفت کی جاتی ہے۔ اسلامی اصولوں کا استہزاء اور مذاق اڑایا جاتا ہے، ہر طرف بے حیائی، بے دینی، عریانی، رشوت ستانی، ظلم وعدوان کے بازار گرم ہیں، کلام وگفتگو، پہننے، بول چال عام طرز زندگی میں یورپ کی تہذیب وتمدن مسلمانوں کو مرغوب ہے، اسلام کی تعلیم اور سنت نبوی ﷺ کے اپنانے سے کوسوں دور ہیں۔ اسی طرح رقص وسرود اور موسیقی کے دلداہ ہیں، قرآن کریم پڑھنے، سننے اور اس پر عمل کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ اس میں سودی نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں جو برملا حق تعالیٰ سے جنگ کے مترادف ہے۔ ان حالات میں پریشانیوں سے دوچار ہونا کوئی مستبعد نہیں، ان مشکلات کا حل یہی ہے کہ پوری قوم حق تعالیٰ کے حضور اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرے اور گذشتہ گناہوں کی تلافی کے ساتھ آئندہ حالات کو بہتر بنانے کا حق تعالیٰ سے وعدہ کرے۔ ملک کا با اختیار طبقہ بھی اپنے فرائض منصبی کو صحیح طور پر بجالانے کا عہد کرے تو امید ہے کہ ہمارے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ لہٰذا عام مسلمانوں سے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی درخواست کے ساتھ ساتھ حکمران طبقہ سے بھی اپیل ہے کہ اس ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے عملی اقدام کریں اور خلاف اسلام قوانین کے خاتمہ کو یقینی بنائیں، سود کے خلاف کی گئی اپیل کو فوراً واپس لیا جائے، آئین کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل کی نفاذ اسلام سے متعلق سفارشات کو جلد اسمبلی میں پیش کر کے اس کے مطابق دستور سازی کی جائے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے زمانہ میں نادرشاہ نے ہندوستان پر حملہ کر کے دہلی میں قتل عام کیا تو آپ نے اس وقت یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا

ع شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہمارے حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں کہ ان کی وجہ سے ہم مختلف بحرانوں کا شکار ہیں اور ہمارے اعمال کی پاداش ہی میں ہم پر آفات مسلط ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرماویں اور ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کی توفیق دیں، آمین۔

آخر میں گزارش ہے کہ ملک اس وقت جن نازک حالات سے گزر رہا ہے وہ ہرگز موجودہ احتجاج اور دھرنے کا متحمل نہیں ہے، اس لیے ایک ماہ سے جاری اس پروگرام کو اب ختم ہونا چاہئے لیکن افسوس کہ قوم اور وطن سے ہمدردی کا دعویٰ کرنے والے حضرات اس سلسلہ کو ختم کرنے کی بجائے بلاوجہ اسے طول دیتے جارہے ہیں جو عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی ملک وقوم کے مفاد میں نہیں ہے، آزادی، انقلاب، اور جمہوریت کے نام پر احتجاج کا جو طریقہ قوم کے ہیرو بزرجمہروں نے متعارف کرایا ہے اسے کوئی بھی ذی عقل مستحسن قرار نہیں دے سکتا، مسائل کا حل فریقین شائستہ، مہذب اور سنجیدہ انداز سے نکالا کرتے ہیں اس لیے غیر مناسب روش کو ترک کر کے فریقین جائز مطالبات کا آئین کے مطابق فوری حل نکالیں، بلاوجہ کی ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں اور ملک وقوم پر رحم کریں۔

سیلاب کی وجہ سے اس وقت لاکھوں افراد گھر سے بے گھر اور شدید پریشانیوں میں مبتلا ہیں، اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سیلاب سے متاثر افراد کی ہر طرح سے امداد کرے، دیگر ادارے اور حلقے بھی اس سلسلہ میں بھرپور تعاون اور امداد جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں اور تعاون کرنے والوں کو جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔ فقط

۲۰/۱۱/۳۵ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن عبداللہ بن عمروقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی اٰدم کلھابین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحدیصرفہ کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبناعلٰی طاعتک ۔(رواہ مسلم)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے تمام قلوب اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، ایک دل کی طرح، وہ جس طرح (اور جس طرف) چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دلوں کے پھیرنے والے، ہمارے دل اپنی اطاعت و بندگی کی طرف پھیر دے۔

تشریح:

ابھی اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کو سمجھنے سمجھانے کے لیے چونکہ الگ کوئی زبان نہیں ہے اس لیے مجبوراً اس کے لیے بھی ان ہی الفاظ ومحاورات کا استعمال کیا جاتا ہے، جو دراصل انسانی افعال وصفات کے لیے وضع کیے گئے ہیں، چنانچہ اس حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں تو اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہی جدھر چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔ اور حدیث کی یہ تعبیر بالکل

ایسی ہے جیسے کہ ہمارے محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو بالکل میری مٹھی میں ہے، مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ بالکل میرے اختیار میں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے دلوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے تقدیر کے متعلق چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں مقدر فرمادیں، اور جو کچھ ہونا ہے گویا وہ سب بالتفصیل لکھ دیا۔

(۲) انسان جب رحم مادر میں ہوتا ہے اور اس پر تین چلے گزر جاتے ہیں اور نفخ روح کا وقت آتا ہے تو اللہ کا مقرر کیا ہوا فرشتہ اس کے متعلق چار باتیں لکھتا ہے: اس کی مدت عمر۔ اس کے اعمال۔ اس کا رزق۔ اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا۔

(۳) ہمارے دلوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

دراصل تقدیر الٰہی کے یہ مختلف درجے اور مختلف مظاہر ہیں، اور حقیقی ازلی تقدیر ان سب سے سابق ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر الٰہی کے ان مختلف مدارج اور مظاہر کو بہت سلجھا کے بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

(معارف الحدیث ص ۱۶۰)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا تھانہ بھون میں قبرستان کے لیے جب زمین خریدی تو بعض مالکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا، میں نے کہا اب تو لے لو پھر ہدیہ کر دینا اور مجھے اختیار رہے گا چاہے لوں یا نہ لوں، انہوں نے قیمت لے لی، پھر بعضوں نے ہدیہ بھی دیا اور زمین آ گئی، غرض بے تکلفی بڑے آرام کی چیز ہے، پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے تو میں بے موقع کیوں لوں اور دوسروں کی یہ تکلیف کیوں گورا کروں۔ نیز وہاں مولوی شبیر علی کے بہت سے مشاغل ہیں تجارت، زمینداری، اہتمام مدرسہ، میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی وجہ سے کسی کا حرج کروں۔

فرمایا محققین کے نزدیک یہ خصلت کہ دوسرے کا کوئی احسان نہ لے ایک شعبہ ہے بخل کا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو دوسروں کے یہاں کھانا کھانے سے دریغ کرے تو سمجھ لو خود کھلانے میں بھی دریغ کرے گا، اسی طرح جب میں اوروں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تو خیال کیجئے کہ خود بھی یہ نہیں چاہتا کہ مجھے تکلیف دی جائے، اسی لئے میں نے اسے بخل سے تعبیر کیا ہے گو یہ معصیت نہیں ہے کیونکہ ہر بخل منہی عنہ نہیں ہے صرف بخل شرعی قبیح ہے اور یہ بخل محض لغوی ہے، ہاں ایسی خدمت کیلئے اپنے کو آمادہ پاتا ہوں جس میں مجھے زائد تکلیف نہ ہو، سو تھوڑی سی تو اٹھا لیتا ہوں زیادہ نہیں، بس جی یہ چاہتا ہے کہ نہ اپنے سے کسی کو تکلیف ہو نہ دوسروں سے اپنے کو، یہ میرا طبعی و فطری مذاق ہے۔

فرمایا افریقہ سے ایک خط آیا تھا تحریکات کے متعلق کچھ پوچھا تھا، میں نے عذر لکھ

دیا تھا تو جواب میں گالیاں آئیں، آج بھی ایک خط ایسے ہی سوالات کا آیا ہے تو میں نے ان گالیوں کو یاد کر کے سوچا کہ جواب ایسا لکھوں کہ نہ سائل کی مرضی کے موافق جواب ہو اور نہ گالیاں پڑیں، سو میں نے لکھا ہے کہ یہ سوال تنقیحات متعددہ کا محتاج ہے جس کیلئے تحریر کافی نہیں کسی محقق عالم سے زبانی حل کرلو۔

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ڈاک تو زیادہ ملنے والوں ہی کی ہوگی، فرمایا نہیں زیادہ اجانب کی ہی ہے، اور کسے کسے یاد رکھوں جسے یاد رکھنا فرض ہے وہی یاد نہیں رہتا۔

فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے مجھے بدتمیز لکھا ہے اور بزرگ تو ایسے نہیں لکھتے تو گویا بزرگوں کے خلاف کیا، یہ مجھ پر اعتراض کیا ہے، فرمایا ایسوں سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی جو اعتقاد نہ رکھ کر اعتراض کریں ان سے اور امید ہی کیا تھی تکلیف تو ان سے ہوتی ہے جو دعویٰ تو محبت کا کریں اور پھر ستائیں۔

فرمایا میں نے گھر میں کہہ رکھا ہے کہ جس وقت میں آؤں آتے ہی کوئی قصہ بکھیڑے کا لے کر نہ بیٹھا کرو، جب میں بات چیت کرنے لگوں اور مزاج میں بشاشت دیکھو تب کہا کرو کیونکہ نہ معلوم باہر سے کس حال میں آیا ہوں، آدمی گھر میں آتا ہے دل بہلانے غم گھٹانے، تم یہ دیکھ لیا کرو کہ اس وقت طبیعت پر کیا اثر ہے، ایسا نہ ہو کہ اور غم بڑھا دو، گھر میں آنے کی زیادہ غرض یہی ہے ورنہ اور شدید ضرورت ہی کیا ہے۔

فرمایا ایک صاحب بے تکلف تھے کہنے لگے تم تو نفس پرور ہو، میں نے کہا یہ تو صغریٰ ہوا اور کبریٰ کیا ہے، کیا ہر نفس پروری معصیت ہے؟۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

تکفیر روافض اور علماء کرام کے فتاویٰ (آخری قسط)

اکابر علماء ہند اور تکفیر روافض

ہندوستان کے اکابر علماء میں حضرت مجدد صاحب کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی متعدد تصانیف میں فرقہ امامیہ اثناءعشریہ کے کفر وزندقہ سے پردہ اٹھایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے تو اپنے فتاویٰ میں تصریح کردی ہے کہ:

در مذہب حنفی موافق روایات مفتیٰ بہ حکم فرقہ شیعہ (امامیہ) حکم مرتدان است چنانچہ در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است۔ (فتاویٰ عزیزی ص۱۲ ج ا مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ)

واضح رہے کہ ہندوستان میں بادشاہ ہمایوں کے دور میں یہ فرقہ منظّم شکل میں جماعتی حیثیت سے آیا اس کے بعد اکبر کے دور میں اس فرقہ نے ترقی کی اسی زمانہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو قلعہ گوالیار میں قید بھی کیا گیا۔ حضرت مجدد صاحب نے فرق ضالہ میں اس فرقہ کو سب سے زیادہ خطرناک بتایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کے تلامذہ مولانا حیدر علی ٹونکی وغیرہ علماء نے اس فرقہ کے عقائد باطلہ کی خوب تردید کی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سلسلہ ولی اللّٰہی کے جانشین اور وارث علوم ہیں ان حضرات نے بھی اس فرقہ کے خلاف کتابیں لکھیں، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ شارح ابوداود نے ہدایات الرشید میں تفصیل سے اس فرقہ کا رد لکھا ہے۔

فتاویٰ خلیلیہ میں ہے:

''محققین کے نزدیک سبی روافض کافر بحکم مرتد ہیں لہٰذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں،

البتہ جو علماء (ان کو) بحکم اہل کتاب کہتے ہیں ان کے نزدیک جائز ہوگا''۔(ص ۲۸۷ ج ۱)

فتاویٰ خلیلیہ کی عبارت سے واضح ہے کہ سبی روافض کا حکم کافر کا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض ان کو مرتد اور بعض بحکم اہل کتاب کہتے ہیں مگر کافر کہنے میں متفق ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کا ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ اور جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہر حال اولیٰ ہے''۔(ص ۶۲)

اور ص ۳۷۹ پر ہے:

''جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے، اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے، پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت پوری کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے۔ اور جو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ علیٰ ہذا رافضی اولاد سنی کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا''۔(فتاویٰ رشیدیہ)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ صدر مفتی دار العلوم دیوبند ارقام فرماتے ہیں:

روافض کے کئی گروہ ہیں اور عقائد بھی مختلف ہیں اگر کسی گروہ کا عقیدہ کفر کی نوبت کو نہ پہنچا ہو اس سے نکاح درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا قرار دینا، یا یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے وحی میں غلطی کی، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت

(صحابی ہونے) کا انکار کرنا یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متہم کرنا، وغیرہ ذٰلک جو عقیدہ خلاف نصوص قطعیہ ہو کفر ہے۔ ایسے عقیدہ والے سے نکاح درست نہیں ہے۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت دیتا ہے، یا سبِّ صحابہ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے نکاح درست ہے۔

(۲) جس شیعہ عورت سے نکاح درست ہے اس کے وارث سنی بن سکتے ہیں اور اگر ایسی ہے کہ جس سے نکاح درست نہیں اس کے وارث سنی نہیں ہو سکتے اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔ (ص ۱۱۱ ج ۳،۴)

ص ۱۵۲ پر حضرت موصوف ارشاد فرماتے ہیں:

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء ہے (اصول کافی میں حضرت امام جعفر سے مروی ہے: ''واللہ مافیہ من قرآنکم حرف واحد'' (اس کی طرف اشارہ ہے) اور وہ رافضی جس سے گفتگو ہوئی اگر قرآن شریف موجود کے محرف ہونے کا قائل ہے تو وہ بھی کافر ہے اس سے نکاح سنیہ کا نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ھذا اگر کوئی دوسرا امر موجب کفر اس میں موجود ہے تب بھی نکاح سنیہ کا اس سے صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ جملہ عقائد کفریہ سے براءت ظاہر کرے تو نکاح صحیح ہوگا لیکن رافضیوں کا کسی حال میں اعتبار نہیں ہے کہ تقیہ کی آڑ نصب ہے اس لیے سنیہ کو اس سے علیحدہ ہی کرنا چاہیے۔

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''رافضی دو قسم کے ہیں ایک وہ جس کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہوں، ایسے شخص کے جنازہ کی نماز اصلاً درست نہیں کیونکہ شرائط صلاۃ جنازہ سے اسلام میت کا ہے۔ اور دوسرا وہ جس کے عقائد صرف حد بدعت تک ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے جنازے کی نماز کسی نے نہ پڑھی ہو تب تو پڑھ لینا چاہیے کیونکہ نماز جنازہ مسلم کی فرض علی الکفایہ

ہے۔اور اگر کسی نے پڑھ لی ہو مثلاً اس کے ہم مذہب لوگ موجود ہیں اور وہ پڑھ لیں گے تو اس صورت میں اہل سنت ہرگز نہ پڑھیں۔ کما روی احمدوابوداودعن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ھٰذہ الامۃ ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتوافلاتشھدوھم کذافی المشکوٰۃ ''۔(۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ، امدادالفتاویٰ ص ۴۸۶ ج ۱)

نیز فرماتے ہیں:

''بنابرروایات مذکورہ ودیگر قواعد معروفہ ومسلمہ جواب میں تفصیل یہ ہے کہ اگروہ رافضی عقائد کفر کے رکھتا ہے جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا ماننا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبریل علیہ السلام غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تب تو کافر ہیں اور اس کا نکاح سنیہ سے صحیح نہیں اور محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے۔علامہ شامی نے عدم کفر کو ترجیح دی ہے''۔(ص ۴۵۳ ج ۳)

مگر اس کے بدعتی ہونے میں شک نہیں تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہوگا مگر بوجہ فسق اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہوگا، الخ۔(ص ۲۲۷ ج ۲)

قال فی الدرالمختار: وکل من کان من قبلتنالایکفربھاحتی الخوارج الذین یستحلون دمائناواموالناوسب الرسول الخ۔قال الشامی ھٰکذافی غالب النسخ ورأیتہ کذٰلك فی الخزائن بخط الشارح وفیہ ان ساب الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کافرقطعاًفالصواب وسب اصحاب الرسول وقیدھم المحشی بغیرالشیخین لماسیأتی فی باب المرتدان سابھمااواحدھماکافر۔اقول ماسیأتی محمول علیٰ سبھمابلاشبھۃ لماصرح بہ فی شرح المنیۃ من ان

سابهما اومنكر خلافتهما اذابناه على شبهة له لايكفروان كان قوله كفراً فى حدذاته لانهم ينكرون حجية الاجماع باتهامهم الصحابة فكان شبهة فى الجملة وان كانت باطلة بخلاف من ادعىٰ علياًاله وان جبريل غلط لانه ليس عن شبهة واستفراغ وسع فى الاجتهادبل محض هوى۔(ص۵۲۴ ج۱)

وفيه ايضاًوانمالم تكفرهم لكونه عن تاويل وان كان باطلاًبخلاف المستحل بلاتاويل كمامرفى باب الامامة اى(بخلاف)من يستحل دماء المسلمين واموالهم ونحوذٰلك مماكان قطعى التحريم ولم ينبه علىٰ دليل كمابناه الخوارج كمامر لانه اذابناه على تاويل دليل من كتاب اوسنة كان فى زعمه اتباع الشرع لامعارضته ومنابذته بخلاف غيره۔(شامی ص۴۲۸ ج۳)

وقال المحقق ابن الهمام فى اواخرالتحريروجعل المبتدع كالمعتزلة مانعى ثبوت الصفات زائدة وعذاب القبروالشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والرؤية لايصلح عذراًلوضوح الادلة من الكتاب والسنة الصحيحة لٰكن لايكفراذتمسكه بالقرآن والحديث اوالعقل وللنهى عن تكفيراهل القبلة والاجماع على قبول شهادتهم ولاشهادة لكافرعلىٰ مسلم وعدمه فى الخطابية ليس لكفرهم اى بل لتدينهم شهادة الزورلمن كان على رأيهم اوحلف انه محق واوردان استباحة المعصية كفر۔اجيب اذا كان عن مكابرة وعدم دليل بخلاف ماعن دليل شرعى والمبتدع مخطئ فى تمسكه لامكابر۔(شامی ص۵۲۴ ج۱)

وقال العلامة القارى فى رسالته وامامن سب احدامن الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع الااذااعتقدانه مباح اويترتب عليه ثواب كماعليه

بعض الشیعة اواعتقد کفر الصحابة فانه کافر بالاجماع .....ثم لاشك ان اصول الادلة هی الکتاب والسنة والاجماع ولیس فی تکفیر ساب الصحابة اوالشیخین اجماع ولاکتاب بل احادیث احادالاسنادظنیة الدلالة وماشتهر علی السنة العوام من ان سب الشیخین کفرفلم ارنقله صریحاًوعلیٰ تقدیر ثبوته فلاینبغی ان یحمل علیٰ ظاهره لاحتمال تاویله بمامرفی حدیث تارك الصلوٰة و(اماحدیث من ترك الصلوٰة فقدکفرفمؤول عنداهل السنة بالمستحل اومعناه قرب الی الکفراوجره الی الکفر)اذلوحمل الاحادیث کلها علی الظاهرلاشکل ضبط القواعدوحیث دخل الاحتمال سقط الاستدلال لاسیما فی قتل المسلم وتکفیره ۔وقدصرح التفتازانی بان سب الصحابة بدعة وفسق وکذاصرح ابوالشکورالسالمی فی تمهیده بان سب الصحابة لیس بکفر وقدوردعنه صلی الله علیه وسلم ان من سب الانبیاء قتل ومن سب اصحابی جلد۔رواه الطبرانی۔(*تنبیہ الولاۃ والحکام،مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۳۶۷*)

فهٰذه النصوص من علماء الفحول تدل علیٰ ان سب الصحابة بدعة وفسق لیس بکفر۔وماروی من الاحادیث ظنیة الدلاله فهومحمول علیٰ استحلاله وماشتهرعلی الالسنة ان سب الشیخین کفرفهوایضاًمحمول علی سبهمابلاشبهة وتاویل ،فمن قال ان سب الشیخین کفریحمل علی المستحل بلاتاویل ولم ینبه علی دلیل ومن قال انه بدعة وفسق یحمل علی السب بتاویل وشبهة فهوتحقیق حسن وتوفیق حقیق بالقبول فلامنافاة بین القولین۔

اما اذاکان السب ممایخالف الادلة القطعیةفکفر کقذف عائشة فانه

کفر بالاجماع وهٰذامما اختصت به على سائر الزوجات الطاهرات كماقال العلامة الشامى فى رسالة "تنبيه الولاة والحكام" فقال وقيدبقذف عائشة احترازاعن قذف غيرهامن الزوجات الطاهرات تبعاًلماقدمناه عن التتارخانيه لان قذفهاتكذيب للكتاب العزيز بخلاف قذف غيرهاوقدتقدم فى كلام القاضى عياض وابن تيميه ترجيح عدم الفرق لمافيه من الحاق الشين به صلى الله عليه وسلم والذى ظهرارجحيته ماذكره ائمتنابدليل ان من وقع فى الافك من الصحابة كمسطح وحسان لم يحكم بكفره بل عاتب الله تعالٰى على حلفه ان لايتفق على مسطح لقوله تعالٰى "ولا يأتل اولواالفضل" الآية۔فعلم منه ان نفس قذف السيدة عائشة قبل نزول القرآن برأيهالم يكن كفرافامابعده فانماصارقذفهاكفرالمافيه من تكذيب القرآن۔ (مجموعہ رسائل ص۳۶۱ ج۱)

وماقال مولاناعبدالشكوراللكنوى فى فتواه كماسيأتى نقله ان وجوه التكفيرغيرتحريف القرآن مثل البدء وقذف ام المؤمنين وغيرهمافيهامجال التأويل(اى عن اهل التشيع۔ ۱۲منه) ولٰكن عندى فيه نظرلان قذف عائشة رضى الله عنهاكفرباجماع اهل السنة وفيه تكذيب القرآن،فلماانعقد الاجماع علٰى كونه كفراًوتكذيباًللقرآن فيكون التأويل فيه مخالفاًللاجماع فلايعتبر۔

وافتى مولاناعبدالحى اللكنوى بكفرمن قذف عائشة الصديقة رضى الله عنهافى صفحة (۲۸۰)من المجلدالثانى من مجموعة الفتاوىٰ ومن المجلدالاول فى صفحة (۳۰٦)وافتى العلماء قاطبة بكفرقاذفها۔

فتویٰ دارالمبلغین لکھنؤ

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ارقام فرماتے ہیں:

شیعہ اثناء عشری قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ ہمارے علماء سابقین کو چونکہ ان کے مذہب کی حقیقت کماینبغی معلوم نہ تھی بوجہ اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور کتابیں بھی ان کی نایاب تھیں، لہٰذا بعض محققین نے بنابر احتیاط ان کی تکفیر نہیں کی تھی مگر آج ان کی کتابیں نایاب نہیں رہیں اور ان کے مذہب کی کیفیت منکشف ہوگئی، اس لیے تمام محققین ان کی تکفیر پر متفق ہوگئے، ضروریات کا انکار قطعاً کفر ہے اور قرآن شریف ضروریات میں اعلیٰ وارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف کیا ان کے متقدمین اور کیا متأخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

ان معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں، جن میں پانچ قسم کی تحریف قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔ کمی بیشی، تبدل الفاظ، تبدل حروف، خرابی ترتیب سورتوں میں بھی اور آیتوں میں بھی اور کلمات میں بھی۔ ان پانچ قسم کی تحریف کی روایات کے ساتھ ان کے علماء کا اقرار ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں۔ تحریف قرآن پر صریح الدلالۃ ہیں اور انہیں کے مطابق اعتقاد ہے۔

علماء شیعہ میں گنتی کے چار آدمی تحریف قرآن کے منکر ہیں۔ شیخ صدوق، ابن بابویہ قمی، شریف مرتضیٰ، ابوعلی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ ان چار شخصوں کے اقوال چونکہ محض دلیل اور روایات متواترہ کے خلاف ہیں اس لیے خود علماء شیعہ نے ان کو رد کر دیا ہے۔ پوری تحقیق اس بحث کی میری کتاب ''تنبیہ الحائرین'' میں ہے۔ من شاء فلیطالع۔

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی پہلے شیعوں کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، مگر ''تفسیر مجمع البیان'' کے دیکھنے سے ان کو معلوم ہوا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں لہٰذا

انہوں نے ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' میں شیعوں کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تحریف کا جو قائل ہو وہ قطعاً کافر ہے۔

الختصر شیعوں کا کفر بر بنائے عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں، علاوہ اس کے دوسرے وجوہ کفر بھی ہیں مثلاً بداء وقذف ام المؤمنین وغیرہ۔ مگر ان میں بھی کچھ تاویل کی گنجائش ہے، لہٰذا شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام، ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔ ان کی مذہبی تعلیم کی کتابوں میں یہ ہے کہ سنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنا چاہیے کہ یا اللہ ان کی قبر کو آگ سے بھر دے اور ان پر عذاب نازل کر۔ فقط واللہ اعلم

اس فتویٰ پر دارالعلوم دیوبند کے اس دور کے اکابر علماء کرام کے دستخط ثبت ہیں، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سبھی حضرات کے دستخط ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد

اس فتویٰ کے بارہ میں ایک بات تو خاص طور پر عرض کرنی ہے جس کا ذکر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے قلم سے خود فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ:

''مسئلہ قادیانیت کے متعلق منیر کمیشن کے سامنے جن علماء کی شہادتیں لی گئیں ان میں احقر بھی شامل تھا۔ عدالت میں قادیانیوں کی طرف سے یہ سوال پیش کیا گیا کہ علماء دیوبند شیعوں کو بھی کافر کہتے ہیں، میں نے انکار کیا کہ یہ دیوبند کا مسلک ہرگز نہیں کہ مطلقاً شیعوں کو کافر کہا جائے۔ فریق مخالف نے ایک مطبوعہ فتویٰ پیش کیا جس میں بظاہر کسی قید کے بغیر شیعوں کو کافر لکھا تھا (یہ وہی فتویٰ تھا جو اوپر نقل کیا گیا ہے) میں نے پھر بھی کہا کہ میں اس کو دیوبند کا فتویٰ ماننے کو تیار نہیں جب تک اس پر دیوبند کی تصدیق نہ ہو۔ پھر واپس

آ کر مہتمم صاحب کو خط لکھا جس کے جواب میں منسلکہ خط آیا''۔ محمد شفیع

(حاشیہ البلاغ کا مفتی اعظم نمبر ص ۱۲۰۱)

مکتوب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا وہ گرامی نامہ جس کا ذکر اوپر حاشیہ میں آیا ہے وہ یہ ہے:

تکفیر شیعہ کے بارہ میں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے تمام جماعت کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقہ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے جو قطعیات اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔

میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دارالافتاء میں جا کر فتویٰ تلاش کیا تو ۱۹ر صفر ۴۸ھ میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ رجسٹر میں درج نکلا مگر اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے بلکہ منکر صحابیت صدیق اکبر، وقاذف صدیقہ، قائل تحریف قرآن کی تکفیر کی گئی ہے۔

اس فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذہ دارالعلوم کے دستخط ہیں۔ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کی گئی وہاں کوئی مخطوطہ فتویٰ تو ملا نہیں، مطبوعہ فتویٰ ملا۔ اس میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہ وہی عبارت مطبوعہ ہے جو یہاں دارالافتاء میں ۱۹ر صفر ۴۸ھ والے فتویٰ میں درج ہے۔

نقل مطابق اصل ،نمبر ۲۴۶، مؤرخہ ۱۹ر صفر ۴۸ھ آمدہ بنام مولوی عبدالسلام ساکن لکھنؤ متعلم دارالعلوم دیوبند۔

سوال

شیعہ اثناء عشری مسلمان ہیں یا کافر اور ان کے ساتھ مناکحت اور ان کا ذبیحہ حلال

ہے یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

شیعوں کا فرقہ جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے، حضرت عائشہ صدیقہ کو قذف کی تہمت لگائے نعوذ باللہ کافر ہے۔

قال العلامة الشامي: او كان ينكر الصحبة الصديق اويقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة ۔

جو کلام اللہ کی تحریف کا قائل ہو وہ مرتد ہے کافر ہے۔ اہل کتاب بھی نہیں ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا حرام ہیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لاتجدقوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حادالله ورسوله ولو كانوا آبائهم اوابنائهم اواخوانهم اوعشيرتهم۔

شادی اور غمی جنازہ کی شرکت ہرگز نہ کی جاوے، ایسے عقیدہ کے شیعہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر۔ فقط

محمد طیب ۱۹/۱/۷۳

دار العلوم کے اس فتویٰ میں تو واقعی صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے جو قطعیات اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔ علی الاطلاق فرقہ شیعہ کی تکفیر نہیں کی گئی جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی اپنے مکتوب گرامی میں اس کی تصریح کی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد

دوسری بات اس فتویٰ کے بارہ میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے اشکالات اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے جوابات کے علاوہ یہ قابل لحاظ ہے جو حضرت حکیم الامت نے ارشاد فرمائی ہے:

''دنیا میں اپنے کو آج تک کسی نے کافر نہیں کہا، بلکہ کوئی عیسائی کہتا ہے کوئی یہودی مگر چونکہ ان فرقوں کے عقائد کفریہ دلائل سے ثابت ہیں اس لیے ان کو کافر ہی کہا جائے گا۔تو مدار اس حکم کا عقائد کفریہ پر ٹھہرا۔تو اگر ایک شخص اپنے کو فرقہ شیعہ سے کہتا ہے اور کوئی عقیدہ کفریہ اس مذہب کے اجزاء یا لوازم سے ہے تو اپنے کو اس فرقہ میں بتلانا بدلالت التزامی اس عقیدہ کو اپنا عقیدہ بتلانا ہے۔تو عدم تکفیر کی کیا وجہ۔اور اگر ان کے یہاں یہ عقیدہ مختلف فیہ ہوتا تب بھی کسی کی تکفیر میں تردد ہوتا لیکن یہ بھی نہیں اور جو اختلاف ہے وہ غیر معتد بہ ہے۔جس کو خود ان کے جمہور رد کرتے ہیں۔اس حالت میں اصل تو کفر ہوگا، البتہ کوئی صرحتہً کہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں یا کوئی فرقہ اپنا لقب جدا رکھ لے،مثلاً جو علماء ان کے تحریف کے قائل نہیں ہیں ان کی طرف اپنے کو منسوب کیا کریں۔مثلاً اپنے کو ''صدوق'' یا ''قمی''یا ''مرتضوی'' یا ''طبرسی'' کہا کریں۔مطلق شیعی نہ کہیں تو خاص اس شخص کو یا اس فرقہ کو اس عموم سے مستثنیٰ کہہ دیں گے۔لیکن ایسے استثناؤں سے قانونی حکم نہیں بدلتا۔ حرمت نکاح اور حرمت ذبیحہ احکام قانونی ہیں اس پر بھی جاری ہوں گے جب تک وہ فرقہ متمیز نہ ہوجائے۔خصوص جب تقیہ کا بھی شبہ ہو۔خواہ سوء ظن نہ کریں۔مگر احتیاطاً عمل تو سوء ظن ہی جیسا ہوگا۔البتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ وہ اس کے عقیدہ کے مطابق ہوگا۔اگر کوئی ہندو توحید کا بھی قائل ہو اور رسالت کا بھی لیکن اپنے کو ہندو ہی کہتا ہو گو کچھ تاویل ہی کرتا ہو تو اس کے ساتھ آخر کیا معاملہ ہوگا،یہی حالت یہاں کی ہے۔ضلع فتح پور میں ہندوؤں کی ایک جماعت ہے جو قرآن وحدیث پڑھتے ہیں،اگر وہ اپنے کو ہندو کہیں اور اپنا مشرب ظاہر نہ کریں تو کیا سامع کے ذمہ تفصیل واجب ہوگی کہ اگر ایسے عقیدہ کا ہے تو مسلمان''۔(امداد الفتاویٰ ص۵۸۶ ج۴)

حضرت حکیم الامت کا یہ ارشاد اس بنیاد پر تھا کہ کوئی عقیدہ کفریہ اس مذہب کے

اجزاء یالوازم سے ہے تو اپنے کو اس فرقہ میں بتلانا بدلالت التزامی اس عقیدہ کو اپنا عقیدہ بتلانا ہے۔لیکن اگر کوئی عقیدہ کفریہ اس مذہب کے اجزاء لوازم سے نہ ہو یا جزء اور لازم مذہب ہونے میں تردد وشک ہو تو ظاہر ہے کہ یہ حکم اس پر قطعی طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔

تیسری بات ان اشکالات کے جوابات کے بارہ میں حضرت حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جواب بالا مع اپنے کل اجزاء کے درجہ منع میں ہے یعنی فتویٰ مذکورہ پر جو شبہات تھے ان کا جواب ہے۔جواب بالا خود فتویٰ نہیں ہے۔چونکہ سرسری نظر میں اس کو فتویٰ سمجھا جاسکتا تھا اس لیے تسہیل امر کے لیے اپنی تحقیق خاص اس باب میں معروض ہے۔

تحقیق خاص حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی خاص شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو،خواہ تردد کے اسباب علماء کا اختلاف ہو،خواہ قرائن کا تعارض ہو،یا اصول کا غموض ہو۔تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جائے نہ اسلام کا۔حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے،پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا۔یعنی نہ اس سے عقد مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتداء کریں گے نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے اور نہ اس پر سیاست کافرانہ جاری کریں گے۔اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے احکام جاری کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے۔اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے۔اس کی نظیر وہ حکم ہے جو اہل کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے:

ولا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم "وقولوا آمنا بالله وما انزل الينا"، الآية۔(رواہ البخاری)

دوسری فقہی نظیر احکام خنثیٰ کے ہیں۔یوخذفیہ بالاحوط والاوثق فی امورالدین وان لایحکم بثبوت حکم وقع الشك فی ثبوته،الخ۔(**امدادالفتاویٰ** ص۵۸۹ج۴)

حضرت تھانوی کا خدشہ صحیح نکلا

حضرت حکیم الامت تھانوی کا خدشہ صحیح نکلا اور حضرت تھانوی کے اس جواب کو جودرجہ منع میں تھا،فتویٰ سمجھ لیا گیااوراسی حیثیت سے اس کو پیش کیا گیااور کیا جارہا ہے، حالانکہ حضرت تھانوی نے اس میں تصریح فرمادی تھی کہ ’’جواب بالاخودفتویٰ نہیں ہے‘‘ مگراس حصہ کوشائع ہی نہیں کیا جاتا صرف اس جواب ہی کوشائع کردیا جاتا ہے جودرجہ منع میں ہے،جن لوگوں کوجواب بدرجہ منع اورفتویٰ میں فرق معلوم نہیں ان کوتو رہنے دیجئے، شکایت توان حضرات کی ہے جن کوایسے دقیق علمی فرق کا پوری طرح علم ہے پھربھی ان حضرات نے اس فرق کوملحوظ نہیں رکھااوراس جواب کوشائع کرنے والوں کے لیے بھی یہ مناسب نہیں تھا کہ اس کا یہ حصہ حذف کر کے شائع کرتے۔حضرت تھانوی کامکمل جواب شائع کرنا چاہئے تھا تا کہ ناظرین پرحضرت تھانوی کے جواب کی حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی اوران کوصحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملتا۔

حضرت تھانوی کے جواب کا حاصل

حضرت حکیم الامت کا جوجواب درجہ منع میں ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ مدارعقائدکفریہ پر ہے۔اگرکوئی عقیدہ کفریہ اس مذہب کے اجزاء یالوازم سے ہےتو خودکو اس کی طرف منسوب کرنااس عقیدہ کفریہ کاالتزام کرناہےاورالتزام کفرکفرہے،تو عدم تکفیر کی کیاوجہ ہے،اگران کے مذہب میں یہ عقیدہ مختلف فیہ ہوتا تب بھی کسی کی تکفیرمیں تردد ہوتا۔

اہل علم وارباب فتاویٰ کے لیے قابل غور بات

یہ احقر حضرات اہل علم اور ارباب فتاویٰ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ عقیدہ تحریف جس پر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کفر کی بنیاد ہے اس میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو یا جس فرقہ اور مذہب کا یہ جز یا لازم ہو وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص ایسے فرقہ کی طرف خود کو منسوب کرے جس کا یہ عقیدہ جز یا لازم ہو تو اس پر بھی کافر کا ہی حکم لگایا جائے گا الا یہ کہ وہ اس کی نفی کرے اور خصوصی طور پر اس سے براء ت کا اظہار کرے لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ کیا یہ ''عقیدۂ تحریف'' مذہب شیعہ کا جز یا لازم ہے؟ جبکہ اس مذہب کے ائمہ متقدمین شیخ صدوق، ابن بابویہ، قمی وغیرہ چوتھی صدی ہجری سے ہی جو کہ اس مذہب کے منظّم طور پر ظہور وشیوع کی صدی ہے اس عقیدے کی نفی کر رہے ہیں اور قرآن کریم کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں۔ اگر چہ عام علماء شیعہ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا اور اپنے ائمہ معصومین کی روایات متواترہ کا سہارا لے کر اس کو رد کر دیا، مگر اس کے باوجود اس عقیدۂ تحریف کی نفی کرنے والوں کو مذہب شیعہ سے ہی خارج نہیں کیا بلکہ ان کو بدستور اپنے مذہب شیعہ کا قابل اعتماد مصنف اور مقتدا تسلیم کرتے رہے، اگر یہ عقیدہ تحریف اس مذہب کا جز لازم ہوتا تو انتفاء جزء یا لازم سے انتفاء کل یا ملزوم لازم تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کے عقیدہ کے نہ ہونے کی صورت میں بھی مذہب شیعہ کا تحقق ہوسکتا ہے۔ ورنہ ضروری تھا کہ جو شخص بھی تحریف کا منکر ہو اس کو مذہب شیعہ سے خارج کر دیا جاتا اور تحریف کے قائل علماء شیعہ پر لازم تھا کہ وہ اس کے مذہب شیعہ سے خارج ہونے کا اعلان کر دیتے کیونکہ وہ جزء مذہب یا لازم مذہب کا انکار کر رہا ہے، جب انہوں نے ایسے شخص کو جو تحریف کا قائل نہیں ہے، مذہب شیعہ سے خارج نہیں کیا بلکہ بدستور اس

کو اس مذہب کا پیشوا بنایا ہوا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں تحریف اور نفی تحریف دونوں عقیدوں کی گنجائش ہے، جس طرح تحریف کا عقیدہ رکھنے والا شیعہ کہلاتا ہے اسی طرح نفی تحریف کا عقیدہ رکھ کر بھی شیعہ کہلاسکتا ہے اور یہ کہ تحریف کا عقیدہ جزء مذہب یا لازم مذہب نہیں ہے۔ اس لیے جو شخص خود کو مذہب شیعہ کی طرف منسوب کرتا ہے اس سے لازماً یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا عقیدہ تحریف قرآن کا بھی ہے۔ البتہ شبہ ضرور ہوسکتا ہے کہ شاید یہ بھی تحریف کا قائل ہے مگر شبہ اور اختلاف کا فائدہ بہر حال اسی شخص کو پہنچنا چاہئے اور اس پر حکم کفر کا اس وجہ سے نہیں لگانا چاہئے جب تک کہ وہ تصریح ''عقیدۂ تحریف'' کی نہ کرے۔

مگر ایک دوسری وجہ تکفیر کی اس صورت میں بھی موجود ہے کہ شیعہ مذہب کی رو سے قرآن مجید کا محفوظ ہونا اور محرف نہ ہونا کوئی مسلمہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے اور اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ چنانچہ زمانہ حال کے بعد مجتہدین شیعہ نے لکھا ہے:

''ہاں یہ درست ہے کہ ہمارے بعض علماء کرام تحریف کے قائل ہیں اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں وہ بھی اس نظریہ کی صحت پر دلائل رکھتے ہیں''۔

پھر ان مجتہد صاحب نے عقیدہ تحریف کے قائل علماء کی طرف سے پانچ دلیلیں پیش کی ہیں آخر میں لکھا ہے:

''ہمیں یہاں ان ادلہ کی صحت وسقم سے بحث کرنا مقصود نہیں، ان چند ادلہ کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جو حضرات اس نظریہ کے قائل ہیں وہ بھی دلائل رکھتے ہیں اور ان کے اس نظریہ سے کسی اسلامی مسلمہ اصول کی مخالفت لازم نہیں آتی''۔ (احسن الفوائد فی شرح العقائد ص ۲۷۸)

اس عبارت میں صاف طور پر اقرار کرلیا گیا ہے کہ ان مجتہد صاحب کے نزدیک

قرآن کا محرف نہ ہونا کوئی مسلمہ اسلامی اصول نہیں اور موجودہ قرآن پر ایمان لانا اور اس کو محرف نہ ماننا ضروری نہیں ہے، یہ عقیدہ بجائے خود اسلام کے مسلمہ اصول کے خلاف اور موجب تکفیر ہے۔

ایک ضروری وضاحت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کا متفقہ فیصلہ حصہ دوم کے مقدمہ میں ''ایک ضروری وضاحت'' کے تحت ارقام فرمایا ہے:

جو شخص کسی مذہبی فرقہ سے وابستہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے عقائد وہی ہیں جو اس مذہب کی مستند کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں اگر چہ یہ ممکن ہے کہ اپنے مذہب سے جہالت و ناواقفیت یا اپنی ذاتی رائے کی بنا پر اس کے وہ عقائد نہ ہوں۔اسی اصول کی بنا پر جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے اس کے متعلق یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتا ہے اگر چہ ہماری بدبختی سے مسلمانوں میں بہت سے جاہل اور دین سے ناواقف ایسے لوگوں کا ہونا معلوم ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد اور ایمانیات سے بے خبر ہیں۔لیکن جب تک کسی شخصیت کے بارہ میں تحقیق کے ساتھ ایسی بات معلوم نہ ہو اس کو مسلمان ہی کہا اور سمجھا جائے گا۔

اس مسلمہ اصول کی بنا پر یہی سمجھا جاتا ہے اور سمجھا جائے گا کہ جو شخص شیعہ اثناء عشری فرقہ سے وابستہ ہے اس کے عقائد وہی ہیں جو اس فرقہ کی مستند کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں عقائد کی بنا پر اس کے بارہ میں وہ شرعی فیصلہ کیا جائے گا جو راقم سطور کے استفتاء کے جواب میں حضرات علماء کرام واصحاب فتویٰ نے کیا ہے۔ اگر بالفرض ان میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا۔لیکن ''اثناء عشری مذہب'' میں تقیہ چونکہ نہ صرف جائز بلکہ واجب اور

ائمہ معصومین کی سنت وعبادت ہے (جیسا کہ خاص نمبر کے مقدمہ اور اس سے زیادہ تفصیل سے راقم سطور کی کتاب ''ایرانی انقلاب'' میں لکھا جاچکا ہے) اس لیے اگر کوئی اثناء عشری شیعہ ان عقائد سے انکار کرے جو موجب کفر ہیں تو اس انکار کے بارہ میں شک وشبہ رہے گا اور نکاح اور ذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاط کے پہلو پر عمل کرتے ہوئے پرہیز کیا جائے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے اس کے ساتھ اپنے علم محیط کے مطابق معاملہ فرمائے گا''۔ (ص ۳۳)

مولانا نعمانی صاحب کی اس وضاحت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ایک بات یہ کہ جو شخص کسی مذہبی فرقہ کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے، بظاہر اس کے وہی عقائد سمجھے جائیں گے جو اس مذہب کی مسلمہ مستند کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں اس لیے جو شخص شیعہ اثناء عشری فرقہ سے وابستہ ہے اس کے بارہ میں بظاہر نظر وہی حکم لگایا جائے گا جو شرعی فیصلہ میں فرقہ اثناء عشری پر لگایا گیا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اگر ان میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں تو اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی تصریح کے مطابق اس پر حکم اسلام لگایا جائے گا اور ظاہر کے خلاف اس کی تصریح اور نص پر عمل کیا جائے گا۔ کما تقرر فی الاصول۔

(۳) تیسری بات یہ کہ اثناء عشری مذہب میں تقیہ چونکہ جائز بلکہ عبادت ہے اس لیے اثناء عشری شیعہ شخص کے عقائد کفریہ سے انکار میں شبہ رہتا ہے۔ اس شبہ کی بنا پر نکاح اور ذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاطاً اس سے پرہیز کیا جائے گا۔

یہ تینوں باتیں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی تحقیق خاص اور اس جواب میں بھی صراحۃً ذکر کی گئی ہیں جو حضرت تھانوی نے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے فتویٰ مذکورہ کے بارہ میں ارقام فرمائی تھی۔ ان میں کوئی نئی بات نہیں۔ اور اصول کلیہ کے بھی

یہ سب باتیں موافق ہیں ان سے کسی کو بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

اختلاف کی صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص عقائد کفریہ سے براءت کر رہا ہے، مگر اس پر براءت کے باوجود بھی جزماً حکم کفر لگا دیا جائے۔ ایسی صورت میں تقیہ کے شبہ کی وجہ سے احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دینا دوسری بات ہے۔ مولانا نعمانی کی اس وضاحت سے بھی واضح ہو گیا کہ مدار تکفیر عقائد کفریہ کے تحقق پر ہی ہے۔ اور اگر کسی شخص کے بارہ میں تحقیق ہو جائے کہ اس کے عقائد میں کوئی عقیدہ کفریہ نہیں ہے تو اس پر حکم کفر نہیں لگایا جائے گا۔

اس وضاحت کے بعد ایک تو مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے اس فتویٰ کو شیعوں کی علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ سمجھ لینا صحیح نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایسا سمجھنا ان کی اس وضاحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے احقر کے ناقص خیال میں مولانا نعمانی کی اس وضاحت کو اگر استدراک کہا جائے تو مولانا کے مقصد کے زیادہ موافق معلوم ہوتا ہے۔

البتہ اس فرقہ اثنا عشریہ کے مذہب میں چونکہ بعض عقائد کفریہ کا ثبوت اور وجود متحقق ہے اس لیے اس کی طرف خود کو منسوب کرنا بظاہر ان عقائد کفریہ کا التزام کرنا اور حکم کفر کا مستحق ہونا ہے۔ لیکن جو شخص ان عقائد کفریہ کی صراحۃً ونصاً نفی کرتا ہے اس پر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور اگر تقیہ کے سبب شبہ پیدا ہو گیا ہو تو بھی یہ حکم جزماً نہیں لگایا جا سکتا۔ احتیاط کے پہلو پر عمل کرنا دوسری بات ہے۔

دوسرے یہ کہ اس متفقہ فتویٰ کا مآل بھی تقریباً وہی کچھ نکلا جو اکابر علماء محققین خصوصاً اکابر علماء دیوبند پہلے سے لکھتے چلے آئے ہیں اور یہی کچھ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے فتویٰ جلد چہارم میں ہے اس کو غور سے ملاحظہ فرمایا جائے۔

خانقاہ تھانہ بھون کا ایک دوسرا فتویٰ

اسی سلسلہ کا ایک دوسرا فتویٰ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (ہندوستان)

سے ۲ جمادی الثانیہ ۱۳۵۱ھ کا لکھا ہوا جاری ہوا تھا۔ یہ فتویٰ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ کا لکھا ہوا ہے جو اس وقت خانقاہ تھانہ بھون میں فتاویٰ کے کام پر حضرت حکیم الامت تھانوی کے حکم سے مامور تھے۔ اور حضرت کی زیر نگرانی ہی یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔

یہ فتویٰ ''امداد الاحکام'' تکملہ ''امداد الفتاویٰ'' کے جس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے ساتھ حضرت والد ماجد کے فتاویٰ بھی شامل ہیں ص ۷۸ تا ص ۸۱ پر موجود ہے، اس کا خلاصہ بلفظہ درج ذیل ہے۔

ص ۷۸ پر تحریر ہے:

''اہل بدعت کے لیے قاعدہ لکھا ہے کہ اس عقیدۂ مخترعہ میں ایسی چیز کا انکار ہو جو ضروریات دین سے ہے تب تو وہ کافر ہے ورنہ فاسق۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف کا اسی طرح محفوظ ہونا جس طرح کہ نازل ہوا ہے اصول دین سے ہے بلکہ اصل الاصول ہے۔ جو شخص (نعوذ باللہ) تحریف قرآن شریف کا قائل ہو وہ یقیناً کافر ہے''۔

پھر آگے ص ۷۹ پھر لکھا ہے:

''اس سے معلوم ہو گیا کہ تحریف قرآن کا قائل بالاتفاق کافر ہے''۔

ص ۸۱ پر ارقام ہے:

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ مختلف عقائد کا مختلف حکم ہے۔ سب روافض کا ایک حکم نہیں بلکہ جو تحریف قرآن وغیرہ کا قائل ہو وہ کافر ہے اور جو شخص عقائد کفریہ نہ رکھتا ہو وہ کافر نہیں بلکہ مبتدع اور گمراہ ہے۔

اس لیے جس شخص پر اسلام یا کفر کا حکم لگانا چاہیں تو اس کے عقائد معلوم کرنے کی ضرورت ہے محض ان کی کتابوں میں عقائد کفریہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ہر رافضی

یہ عقائد رکھتا ہے بلکہ بعض عوام کو پتہ ہی نہیں۔ هٰذا ماعندی واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

(امداد الاحکام ص ۱۸ ج ۱)

مقصد یہ ہے کہ یہ فرقہ بھی چونکہ اسلام کی طرف منسوب ہے، اور اسلام کی طرف خود کو منسوب کرنا اسلام کے ضروری عقائد کا التزام کرنا اور موجب حکم بالاسلام ہے اس لیے جب تک کسی شخص کے بارہ میں یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ شخص کسی عقیدہ کفریہ کا اعتقاد رکھتا ہے اس وقت تک اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، محض کسی فرقہ کی کتابوں میں بعض عقائد کفریہ کے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی طرف منسوب ہر شخص کا یہی عقیدہ ہو۔

البتہ یہ جانتے ہوئے کہ اس فرقہ کے عقائد میں کوئی کفریہ عقیدہ بھی ہے پھر کسی شخص کا خود کو اس فرقہ کی طرف منسوب کرنا اس عقیدہ کفریہ کا التزام کرنا اور موجب تکفیر ہے۔ لیکن جس شخص کے علم میں اس منسوب الیہ فرقہ کے کسی عقیدہ کفریہ کا علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص نے اس فرقہ کے عقیدہ کفریہ کا التزام نہیں کیا البتہ اس صورت میں اس فرقہ کے عقیدہ کفریہ کا لزوم اس پر عائد ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ التزام کفر تو کفر ہے مگر لزوم کفر پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ کوئی شخص اس فرقہ کو اسلامی فرقہ سمجھ کر قبول کر رہا ہو اور خود کو اس کی طرف اسی حیثیت سے منسوب کرتا ہو۔ کما بین فی کتب الفقہ والعقائد۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

سیلاب...... چند قابل توجہ امور

پاکستانی قوم پے درپے عذابوں اور آزمائشوں سے گزرنے والی قوم ہے۔ ہماری قوم ابھی ایک مشکل کا دریا عبور نہیں کر پاتی کہ کسی نئے دریا کا سامنا ہوتا ہے۔ تازہ ترین صورتحال ہی دیکھ لیجیے کہ پاکستانی قوم ابھی سیاسی کشمکش اور دھرنوں کی سولی پر لٹکی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں سیلاب کی شکل میں ایک نئی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سیلاب کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں میں بدترین تباہی ہوئی۔ گھروں کے گھر اجڑ گئے، لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی سیلاب کی نذر ہوگئی، گھروں کی چھتیں گرنے سے خاندانوں کے خاندان ملبے تلے دب کر رہ گئے، کئی عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پوری پوری بستیاں زیرآب آگئیں۔

اس صورتحال میں ہر درد دل رکھنے والا پاکستانی فکرمند اور دعا گو ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ چند ایسی چیزوں کی طرف توجہ مبذول کروائی جائے جن کا خیال رکھنے سے مشکلات اور مصائب کی سنگینی میں کمی واقع ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ ان چیزوں میں کچھ قابل توجہ امور ہیں اور کچھ کرنے کے کام ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو ہمیں اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنے اور اجتماعی طور پر توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ سیلاب، زلزلوں اور قدرتی آفات کے بعد ایک بحث چل نکلتی ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش؟ اگر عذاب ہے تو فلاں جگہ کیوں نہیں آیا اور فلاں جگہ کیوں آیا؟ اس لیے اس بارے میں ایک اصول ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر خدانخواستہ کبھی بھی ایسے کسی حادثے سے دوچار ہونا پڑے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے اعمال، رویوں اور معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس جائزے اور احتساب کے نتیجے میں ہمارے

سامنے یہ بات آئے کہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہمارے اعمال وکردار اور مجموعی روش اللہ رب العزت کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق ہے تو ہمیں اس پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے باوجود اگر سیلاب، زلزلوں، مہنگائی اور بدامنی جیسے مسائل سے دوچار ہونا پڑے تو یہ یقیناً اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش ہوگی اور اگر خدانخواستہ ہمارے انفرادی یا اجتماعی اعمال قابلِ اصلاح ہیں، ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تو پھر ہمیں فکر مند ہونا چاہیے۔ اسی بات کو بعض اہل علم نے ایک اور انداز سے بھی بیان کیا کہ آزمائش اور عذاب کا تعین اس مصیبت کے آنے کے بعد کے انسانی طرزِ عمل سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کے بعد انسان رجوع الی اللہ کا پہلے سے زیادہ اہتمام کرنے لگا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اس کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے باعث رحمت تھی اور اگر اس تکلیف کے پہنچنے کے بعد اس کے رویے میں بغاوت اور غفلت بڑھ جاتی ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ وہ مصیبت اس کے لیے ایک عذاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) شریعت نے ہمیں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا، کسی حادثے کے آنے سے قبل اس کی فکر اور تیاری کرنے کا درس دیا گیا، حسن تدبیر اور سلیقہ مندی کی حوصلہ افزائی کی گئی لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مجموعی طور پر غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں، اسباب ووسائل کو بے دریغ لٹاتے ہیں لیکن سلیقہ مندی اور حکمت وتدبر سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے اس معاملے میں ہمارے حکمرانوں کا رویہ سب سے زیادہ افسوسناک ہے۔ ہمارے ہاں کتنے عرصے سے سیلاب آرہے ہیں، وقت سے پہلے وارننگ دے دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے لیے خاطر خواہ انتظامات نہیں کیے جاتے۔ عوام الناس کے جان ومال کے تحفظ کی فکر نہیں ہوتی۔ جب کوئی آفت سر چڑھ جاتی ہے تو پھر تصویری سیشن کرنے کے لیے حکمران بعض نمائشی اقدامات کرتے ہیں۔ وقتی بھاگم دوڑ نظر آتی ہے لیکن نہ کسی کے نقصان کی تلافی ہوتی ہے، نہ کسی کے زخموں پر مرہم رکھا جاتا ہے اور نہ ہی آئندہ

کے لیے سنجیدگی کے ساتھ کوئی پیش بندی ہوتی ہے۔اس لیے ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اس قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی ٹھوس حکمت عملی وضع کی جائے۔

(۳) سیلاب کے حوالے سے تیسرا قابل غور معاملہ انڈیا کا طرزِ عمل ہے۔انڈیا کی طرف سے دریاؤں پر جس طرح ڈیم بنائے گئے اور ہمارا پانی چوری کیا گیا، ہماری سرزمین کو بنجر بنانے کی کوشش کی گئی اور پھر جس طرح اچانک اس پانی کو چھوڑ کر آبی دہشت گردی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس پر عالمی سطح پر بھرپور آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔انڈیا کی طرف سے بے وقت چھوڑے جانے والے پانی کے ریلے کی وجہ سے جو تباہی آتی ہے وہ تو ہم سب کو نظر آتی ہے اور اسے کسی درجے میں زیر بحث بھی لایا جاتا ہے، وقتی طور پر خوب لے دے ہوتی ہے لیکن انڈیا کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمارے پانی پر جو ڈاکہ ڈالا گیا، ہماری زمینیں پیاسی کر دی گئیں اور پھر جس طرح سیلاب کی تلوار مستقل طور پر ہمارے سروں پر لٹکا دی گئی اس معاملے پر ہم جس قدر سنجیدگی، منصوبہ بندی اور تسلسل کے ساتھ عالمی فورم پر اپنا مقدمہ لڑیں گے اتنے ہی اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے ورنہ بصورتِ دیگر اس کا خمیازہ صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

(۴) سیلاب آجانے کے بعد عوام الناس اور خاص طور پر مذہبی، سیاسی اور رفاہی وفلاحی تنظیموں کے رضا کاروں اور کارکنان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں انصارِ مدینہ کی یادیں تازہ کردیں۔ایثار وہمدردی جو اہل ایمان کی میراث ہے اس کے جذبوں کو ایک مرتبہ پھر زندہ کر کے اپنے جان ومال اور کردار وعمل سے اپنے متاثرہ بھائیوں کی ہر ممکن مدد کریں۔اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے پاکستان بھر کی رفاہی وفلاحی اور دینی تنظیموں اور مساجد کے ائمہ وخطباء اور مدارس دینیہ کے طلباء نے اپنی تابندہ روایات کے مطابق اس کارِخیر کا آغاز کردیا ہے لیکن اسے مزید منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مقامات جہاں

کیمرے کی آنکھ میں آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں رفاہی وفلاحی اداروں کا سارا زور بھی ایسی جگہوں پر ہوتا ہے جبکہ ایسے علاقے جہاں لوگ زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں اور زیادہ مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں ان کی سرے سے فکر ہی نہیں کی جاتی۔اس لیے رفاہی وفلاحی اداروں کو صلہ وستائش سے بالاتر ہوکر اور کیمروں کی چکا چوند سے خود کو بچا کر خالصتاً انسانی بنیادوں پر خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔

(۵)جب بھی سیلاب آتا ہے تو ہر کوئی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی طرف دیکھتا ہے، علاقائی ذمہ داران مرکزی قائدین سے توقعات قائم کر بیٹھتے ہیں بالکل بجا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے پالیسی دینی ہے اور اصل کام بھی انہی کا ہے، لاریب اِن قائدین اور اکابر پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں لیکن اصل میں تو نچلی سطح پر کام کرنے اور فکر مندی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے زیادہ ضلعی اور علاقائی انتظامیہ اور اس کے ذمہ داران، افسران اور کارکنان کا فرض بنتا ہے کہ وہ صرف نوکری نہ کریں بلکہ مشکل کی اس گھڑی میں اپنے دکھی بہن بھائیوں کی مدد اور خدمت کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جُت جائیں۔اسی طرح ہر ایک مسجد ومدرسہ کی انتظامیہ، نمازی حضرات اور مدارس دینیہ کے اساتذہ وطلباء خصوصا جوان سال فضلاء کرام اس کٹھن مرحلے پر اپنی خدمات پیش کریں اور یاد رکھیں کہ دکھی انسانیت کی خدمت عین عبادت اور اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری قوم کو آزمائش کی اس گھڑی میں سرخرو فرما کر اس مشکل سے نجات عطا فرمائیں اور ہم سب کو ایثار اور جذبہ اخوت کے ساتھ خدمت خلق کا اہتمام کرنے کی توفیق بخشیں اور سیلاب میں جاں بحق ہونے والوں کی مغفرت فرمائیں اور جن کا جو نقصان ہوا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خزانوں سے اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔آمین

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم ۔ لاہور

ہندوستان کا ایک یادگار سفر (آخری قسط)

مرادآباد روانگی

جب خانقاہ حاضری ہوئی تو معلوم ہوا کہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے مہتمم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے نواسے حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب نے دو آدمی مرادآباد سے سہارنپور بھیجے ہیں کہ وہ صبح بروز جمعۃ المبارک طے شدہ پروگرام کے مطابق مرادآباد کے لئے ہمارے رہبر ہونگے ۔ چنانچہ ان حضرات سے ملاقات ہوئی اور طے ہوا کہ فجر کی نماز یہ حضرات بھی خانقاہ میں ادا کریں گے جبکہ رات کو قیام مظاہر علوم کے مہمان خانے میں کریں گے ۔ چنانچہ صبح کو حسبِ پروگرام یہ حضرات بھی خانقاہ پہنچ گئے ، نماز باجماعت ادا کی اور مختصر ناشتہ کرنے کے بعد سٹیشن کے لئے روانگی ہوئی ۔ ان دو حضرات کے علاوہ حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے چند خدام بھی ساتھ ہو لئے ۔ ان حضرات نے سامان وغیرہ گاڑی میں خود رکھا ، ٹکٹ وغیرہ کا پہلے سے انتظام تھا ۔ سات بجکر بیس منٹ پر گاڑی مرادآباد کے لئے روانہ ہوئی اور یہی اس کا پہلا سٹاپ تھا جو کہ تقریباً دوسو کلومیٹر کی مسافت پر ہے ۔ تقریباً دس بجے مرادآباد سٹیشن پر پہنچے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے نواسے اور دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث اور مفتی مولانا سلمان صاحب منصور پوری کئی احباب کے ساتھ سٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے ان کی قیادت میں ہمارا پانچ آدمیوں کا قافلہ مدرسہ شاہی کی طرف روانہ ہوا ۔ مدرسے کے قریب علماء طلباء اور عمائدینِ شہر نے نہایت والہانہ استقبال کیا ۔ جب مدرسے کے احاطے میں پہنچے تو مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب اور مدرسہ کے مفتی

مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا اشہد صاحب نے پرتکلف ناشتے کا اہتمام فرما رکھا تھا۔ ناشتہ کر کے مہمان خانہ میں اپنے کمروں میں تھوڑی دیر کے لئے آرام کے واسطے چلے گئے۔ ہمارے قافلے کے کچھ حضرات حضرت مولانا مفتی محمد مظہر صاحب اسعدی کی قیادت میں رات کو مدرسہ شاہی پہنچ چکے تھے۔ان کا بھی رات خوب والہانہ استقبال ہوا۔ مدرسے کی انتظامیہ نے پروگرام بتلایا کہ ساڑھے بارہ بجے آپ حضرات مسجد میں پہنچ جائیں، ساڑھے بارہ بجے پہلی اذان ہوگی، پونے ایک بجے خطبے کی اذان ہوگی اور تقریباً ایک بجے جمعہ کی نماز ادا کی جائے گی۔ چنانچہ حسبِ پروگرام ہم مسجد میں پہنچے تو مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی کہ پہلی صف تک پہنچنا بھی مشکل ہوگیا۔ بہرحال پہلی صف میں پہنچے، سنتیں ادا کیں اور مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری نے کھڑے ہوکر شرکائے قافلہ کا تعارف کروایا اور ساتھ پروگرام بتلایا کہ جمعہ کا خطبہ اور نماز اور نماز کے بعد مختصر سا بیان مولانا مفتی محمد مظہر اسعدی (بہاولپور) کے ذمہ ہے۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ اور مزید مفتی سلمان صاحب نے اعلان فرمایا کہ رات مغرب کی نماز کے بعد شہر کی عظیم الشان جامع مسجد میں سیرت النبی کے موضوع پر جلسہ ہوگا اور اس میں مقامی علماء کے علاوہ پاکستانی وفد کے علماء بھی خطاب فرمائیں گے۔ اسی عنوان سے مدرسہ کی جانب سے اشتہارات بھی طبع کرائے گئے اور پورے شہر میں آویزاں کئے گئے تھے۔

نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد مظہر صاحب نے مختصر سا بیان کیا اس کے بعد تمام اساتذہ کے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد رئیس المحدثین، فخر العلماء حضرت مولانا فخر الدین احمد سابق شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد اور دارالعلوم دیوبند کے مزارِ پرانوار پر حاضری ہوئی۔اس کے بعد عصر کی نماز مسجد

میں باجماعت ادا کی۔ نماز کے متصل بعد مدرسہ کے ایک پڑوسی اور بہی خواہ جناب محمد صدیق صاحب کے مکان پر چائے وغیرہ کا نظم تھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے نواسے اور مدرسہ شاہی کے مدرس ومفتی سید سلمان منصور پوری زید مجدھم کے مکان پر حاضری ہوئی۔ انہوں نے بھی بہت پر تکلف اکرام کے علاوہ اپنی تالیفات کا ایک ایک سیٹ عنایت فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ شاہی کے مدرس اور صدر مفتی واستاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب کے مکان کے متصل مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کے مکان پر حاضری ہوئی، انہوں نے بھی خوب اکرام فرمایا اور اپنی تالیفات کا ایک ایک سیٹ جمعہ کی نماز کے بعد مدرسہ ہی میں دے چکے تھے۔ مفتی صاحب کی قیادت میں ہی جامع مسجد میں جلسے کے لئے روانگی ہوئی۔ مسجد کے قرب وجوار میں بہت بڑا استقبالی ہجوم تھا کہ گاڑی کا چلنا مشکل ہو گیا۔ مفتی شبیر احمد نے فرمایا کہ ہم یہاں اتر کر گلیوں سے نکل کر مسجد میں پہنچتے ہیں۔ وگرنہ اس ہجوم کو عبور کر کے مسجد پہنچنا بہت مشکل ہوگا چنانچہ ہم لوگوں نے انہی کی رائے پر عمل کیا اور گلیوں سے نکلتے ہوئے مسجد تک بآسانی پہنچ گئے۔ جامع مسجد مرادآباد جو بہت بڑی مسجد ہے کھچا کھچ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ ہمارے پہنچتے ہی پروگرام شروع ہو گیا۔ تلاوت اور نعت کے بعد مفتی سلمان صاحب منصور پوری نے مدرسہ شاہی اور وفد کے ارکان کا مختصر تعارف کروایا۔ اس کے بعد بیانات شروع ہو گئے۔ مقامی علماء نے بھی بیان فرمایا۔ جبکہ وفد میں سے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا مفتی محمد مظہر صاحب اسعدی اور احقر کے بیانات ہوئے۔ تقریباً رات گیارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا اور مجمع بھی ہمہ تن گوش جم کر بیٹھا رہا۔ جلسے کے بعد مدرسہ واپسی ہوئی۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اور کھانا کھانے کے بعد لیٹ گئے۔ صبح نماز کے فوراً بعد سامان

وغیرہ پیک کیا اور مختصر ناشتہ کر کے اصل مدرسہ شاہی جو کہ شہر کے وسط میں اور تنگ علاقے میں ہے زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ مقامی حضرات نے بتلایا کہ اگر مزید کچھ تاخیر ہوگئی تو بازاری ہجوم کی وجہ سے مدرسہ شاہی پہنچنا ممکن نہیں، اس لئے جلدی نکلیں اور وہاں مختصر زیارت کر کے سٹیشن چلے جائیں۔ چنانچہ ہم لوگ مدرسہ شاہی پہنچے تو ابھی تک گلیاں خالی تھیں۔ بآسانی حاضری نصیب ہوگئی۔ دارالحدیث، دارالافتاء اور دیگر بعض شعبہ جات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور دورۂ حدیث کے طلباء کے اصرار پر شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور اس پر مختصر اور جامع بیان فرمایا۔

دہلی روانگی

یہاں سے فارغ ہوکر ریلوے سٹیشن پہنچے، ہم سب کی سیٹیں پہلے سے بک تھیں۔ دو حضرات مدرسہ شاہی سے دہلی تک کے لئے ہمارے ساتھ روانہ ہوئے۔ تقریباً دس ساڑھے دس بجے دہلی سٹیشن پر اترے، وہاں سے سیدھے جمیعت علمائے ہند کے مہمان خانہ میں پہنچے، تھوڑی دیر آرام کیا، ظہر کی نماز اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد احقر کے ایک پرانے ملنے والے حضرت مولانا امداد صابری کے صاحبزادے بھائی احمد صابری اپنے ہم زلف حاجی نعیم صابری کے ساتھ ملنے تشریف لائے اور گھر چلنے کے لئے اصرار فرمایا۔ احقر نے حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کے سیکرٹری حضرت مولانا فضل الرحمٰن قاسمی سے زید مجدھم سے ذکر کیا تو انہوں نے بخوشی ان حضرات کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، بشرطیکہ شام کو واپس مہمان خانہ میں پہنچ جائیں۔ ان حضرات نے رات کے کھانے کا اصرار فرمایا تو مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اس کی بمشکل اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ اپنی گاڑی عنایت فرمائی جو بلی ماران کے علاقے تک چھوڑ کر آئے

گی ۔ چنانچہ وہاں سے رکشہ میں بیٹھ کران دونوں حضرات کے خسر اور احقر کے بہت قدیمی ملنسار حاجی تاج الدین صاحب کی دکان پر حاضری ہوئی ۔ حاجی صاحب نے بہت زیادہ خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اکرام فرمایا۔عصر کی نماز ان کی دکان کے قریب مسجد میں باجماعت ادا کی اور مغرب کی نماز کے لئے دہلی کی تاریخی شاہجہانی جامع مسجد میں حاضری ہوئی ۔ جماز باجماعت ادا کرنے کے بعد امام صاحب جناب مولانا احمد بخاری صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ یہ تاریخی مسجد مسلمان بادشاہ شاہ جہان مرحوم نے تعمیر کروائی تھی ،اس زمانے میں اس پر تقریباًدس لاکھ روپیہ علاوہ پتھروں کے خرچ ہوا تھا ،جبکہ تعمیر کے لئے پتھر وغیرہ مسلمان نوابوں نے بادشاہ کو بطورِ ہدیہ بھیجے تھے۔ گویا دس لاکھ روپیہ صرف مزدوری کا خرچ تھا۔ مسجد آج بھی اپنی سادگی اور خوبصورتی کا منظر پیش کرتی ہے۔لیکن مسجدِ پاک میں صفائی وغیرہ کا کوئی خاص معقول نظم نہیں ہے لیکن بہر حال نمازیوں سے الحمدللہ آباد ہے۔اس مغرب کی نماز میں بھی کافی تعداد میں مسلمان موجود تھے جن سے تقریباً مسجد کا ہال بھرا ہوا تھا۔ جامع مسجد کے آس پاس تقریباً ساری آبادی مسلمانوں کی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ اس علاقے کو چھوٹا پاکستان کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ تمام مساجد اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔آمین!

عشاء کی نماز بھائی حاجی احمد صابری کے مکان کے قریب ایک مسجد میں باجماعت ادا کی ۔ نماز کے بعد کھانا کھایا،اس موقع پر کیرانہ ضلع مظفرنگر سے احقر کے ایک بہت پرانے دوست حاجی حافظ محمد اسلم اور میرٹھ سے حاجی ارشد مصطفیٰ اپنے بچوں کے ساتھ ملنے کے لئے تشریف لائے۔کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حاجی ارشد مصطفیٰ صاحب ہی اپنی گاڑی میں مہمان خانہ پہنچانے کے لئے تشریف لائے ۔ رات کو کچھ آرام ہوگیا۔ پروگرام کے مطابق صبح نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے قدیمی علمی مراکز کی زیارت کے لئے

پروگرام طے ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے دہلی کے قدیمی مدرسہ حسین بخش میں حاضری ہوئی ۔ یہاں تھوڑی دیر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات رہی ۔ یہاں سے فارغ ہوکر ایک اور قدیمی مدرسہ ومسجد عبدالرب میں حاضری ہوئی ۔ وہاں بھی تھوڑی دیر قیام رہا، اس کے بعد ایک اور قدیمی مرکز مدرسہ امینیہ میں حاضری ہوئی ۔ ان تمام مراکز کو دیکھ کر بہت ہی زیادہ قلبی مسرت بھی ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ صدمہ اور افسوس بھی ہوا کہ آج ان مدارس کی مرکزیت ختم ہوچکی ہے لیکن پھر بھی مدرسہ امینیہ جس کو مفتی ءاعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے بہت زیادہ شہرت حاصل تھی آج بھی وہاں کے ذمہ داروں نے بتلایا کہ عدالتوں وغیرہ میں دارالعلوم دیوبند کے بعد مدرسہ امینیہ کا فتویٰ قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے ۔ اس سے خوشی ہوئی ۔ ہمارے قافلے کے دوسرے حضرات چونکہ جامع مسجد میں نہیں جاسکے تھے اس لئے ان کی خواہش پر دوبارہ جامع مسجد میں حاضری نصیب ہوئی ۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد امامِ ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر انوار پر حاضری نصیب ہوئی ۔ مزار مبارک کے قریب مسجد اور مدرسہ کے ذمہ داران حضرات نے بہت زیادہ محبت کا اظہار فرمایا اور مزار تک پہنچایا ۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کے ہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہی حضرات نے بتلایا کہ اصولِ فقہ کی مشہور درسی کتاب نور الانوار اور تفسیرات احمدیہ کے مصنف حضرت احمد ملا جیون رحمہ اللہ کا مزار بھی یہیں ہے ۔ چنانچہ یہ حضرات ملاجیون جی رحمہ اللہ کے مزار پر لے کر گئے ۔ سلام اور فاتحہ کی سعادت نصیب ہوئی ۔ قلبی مسرت کے ساتھ ان کی سادگی اور علمی واقعات دماغ میں گھومنے لگے ۔ چنانچہ بعض واقعات احقر نے احباب کے سامنے بیان بھی کئے ۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد واپس سیدھے مہمان خانہ میں پہنچے ، باقی سارا

دن وہیں بسر ہوا۔ رات کے کھانے کے لئے محترم جناب حاجی ارشد مصطفیٰ میرٹھی نے میزبانِ مکرم حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم عالیہ سے بڑی مشکل سے اجازت لی۔ اور بہت پرتکلف کھانے کا اہتمام فرمایا۔ عشاء کی نماز کے بعد دفتر کے مہمان خانہ ہی میں کھانا لائے۔ اور سب مہمانوں کو کھلایا اور رات تقریباً ڈیڑھ دو بجے واپس میرٹھ تشریف لے گئے۔ جبکہ مولانا مدنی مغرب کے قریب ہی میرٹھ تشریف لے گئے تھے کہ وہاں کسی جلسے میں خطاب فرمانا تھا۔ خطاب کے بعد دو ڈھائی بجے رات کو مولانا دلی تشریف لائے اور فجر کی نماز کے بعد شرکائے وفد سے ملاقات فرمائی۔ ناشتہ ایک ساتھ کیا اس کے بعد پاکستان واپسی کے لئے چودہ اپریل طے تھی۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم نے پہلے ہمارا سامان ریلوے سٹیشن بھجوایا اور پھر مہمانوں کے ساتھ خود بھی سٹیشن تشریف لے آئے۔ کچھ ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہوگئی۔ کچھ دیر سٹیشن پر انتظار کرنے کے بعد امرتسر روانگی کے لئے شتابتی ایکسپریس ایک نمبر پلیٹ فارم پر آ کر لگی۔ حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم نے اپنی نگرانی میں سارا سامان ڈبے میں رکھوایا اور پھر ہر مہمان کو اپنی اپنی سیٹ پر بٹھایا۔ اس کے بعد بھی تشریف لے جاتے ہوئے دو تین آدمیوں کو ریل کے روانہ ہونے تک ڈبے میں رہنے کا حکم فرمایا کہ کوئی مسئلہ ہو تو اس کو حل کیا جا سکے۔ مولانا کی یہ انکساری تواضع اور خدمت گذاری اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی میراث ہے۔ اور تقریباً حضرت کے سارے خاندان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اللھم زد فرد !

واپسی کا سفر

تقریباً سات بجے صبح شتابتی ایکسپریس دہلی سے روانہ ہوئی، اس میں ناشتے وغیرہ ہر طرح کی سہولت موجود تھی۔ جب ریل لدھیانہ سٹیشن پر پہنچی تو رئیس الاحرار حضرت

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے پوتے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی کو پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی۔ وہ مجلس احرارِ اسلام ہند کے بیسیوں رضا کاروں سمیت لدھیانہ سٹیشن پر موجود تھے، انہوں نے نہایت والہانہ اور احراری مزاج کے مطابق قافلے کا پرجوش استقبال فرمایا اور سٹیشن پر خوب نعرہ بازی ہوئی۔ یعنی اسلام زندہ باد، ختمِ نبوت زندہ باد، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی زندہ باد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد، مولانا رشید احمد لدھیانوی زندہ باد، مولانا یوسف لدھیانوی شہید زندہ باد۔

چونکہ ریل کا پانچ منٹ کا سٹاپ تھا اس وقت سے ان حضرات نے خوب فائدہ اٹھایا اور شرکائے قافلہ کو پھولوں کے ہار پہنائے اور ہر ایک کے لئے ایک ایک ڈبہ مٹھائی کا اور دو دو کتابیں ہدیہ میں پیش فرمائیں۔ نیز ایک ایک بوتل روغنِ کلونجی بھی۔ کتابوں میں تاریخِ ختمِ نبوت اور سب سے پہلا فتوٰی تکفیر شامل تھی۔ یہاں سے روانہ ہو کر ٹھیک ایک بجے امرتسر سٹیشن پر پہنچے۔ یہاں بھی حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے فرمان پر جمیعت علمائے ہند کے دو حضرات گاڑی سمیت موجود تھے، انہوں نے ہمارا سامان ریل سے اتارا اور گاڑی میں اپنی نگرانی میں رکھوایا۔ واہگہ بارڈر تک یہ حضرات ساتھ رہے اور ایمیگریشن کے ہال میں داخل کر کے الوداع کہتے ہوئے واپس ہوئے۔ ایمیگریشن والوں نے بھی نہایت محبت وعقیدت کا اظہار کیا اور ہمارا سامان مشین سے بھی نہیں گذارا اور جلدی سے روانگی کی مہریں لگائیں اور پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیے۔ بذریعہ بس آخری حد تک پہنچنا ہوا، پاکستانی ایمیگریشن والوں کا رویہ اچھا نہیں تھا۔ چنانچہ ان کے اس رویہ پر احقر نے ان کو ملامت بھی کیا کہ غیر کے ملک سے تو محبت اور عقیدت کے جذبات اور اپنے گھر میں حقارت کا انداز! بہرحال ٹھیک چار بجے تقریباً ہم لوگ بارڈر کراس کر کے پاکستان کی سرزمین پر اترے۔

تبصرہ

ا۔سارے دورے میں تمام شرکائے قافلہ بہت زیادہ خوش وخرم تھے اور ہندوستان کے موجودہ حالات سے بہت متاثر ہوئے۔

۲۔ سارے دورے میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند استاد الحدیث دارالعلوم دیوبند کی عظمت اور جلالتِ شان ہر جگہ دیکھنے کو ملی ، جس سے مولانا کی علماء طلباء اور عوام مسلم وغیر مسلم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۳۔ قافلے کے تقریباً دس حضرات حضرت مولانا عبدالمجید صاحب شیخ الحدیث کہروڑ پکا امیر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی قیادت میں اپنے بعض اعذار کی وجہ سے ۱۰ اپریل کو پاکستان آگئے۔ جبکہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر اور کے صاحبزادے مولانا سعید سکندر اور مولانا سید عدنان کاکا خیل چودہ اپریل کو ہی بذریعہ جہاز دہلی سے کراچی روانہ ہوئے۔ جبکہ ان تینوں حضرات کا جانے کا سفر بھی بذریعہ جہاز کراچی سے دہلی سات اپریل کو ہوا تھا۔

۴۔ عام شرکائے قافلہ کا تاثر یہ بھی تھا جو کہ بالکل بجا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کی دونوں حکومتیں اگر ایک دوسرے کو آنکھیں دکھانے کی بجائے جو کہ بالکل ہی بے فائدہ ہے تعمیر وترقی کے کاموں میں دلچسپی لیں تو ایک اندازے کے مطابق ستر فیصد اخراجات میں کمی آسکتی ہے۔ اور یہ ستر فیصد جو اس وقت ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر خرچ ہوتا ہے اپنے اپنے تعمیر وترقی پر خرچ کریں تو دونوں ملک اپنے اپنے مقاصد میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین

۵۔ اگر دونوں حکومتیں اس طرح جانبین سے علماء طلباء اور دانشوروں کے لئے ویزے کی سہولتیں پیدا کر دیں تو دونوں ملکوں کے دینی مدارس اور دیگر جامعات اور عامۃ

الناس کو ایک دوسرے سے افادہ اور استفادہ کا موقع ملے گا۔ اور یہ بھی دونوں ملکوں کے لئے نہ صرف ترقی کا باعث ہوگا بلکہ آپس میں محبت بھی بڑھے گی۔

آخر میں اپنے مخدومِ محترم حضرت مولانا سید ارشد مدنی اور حضرت مولانا سید اسجد مدنی اور ان کے صاحبزادگان کا اور خدام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مقدس اور پاکیزہ سفر کا انتظام فرمایا۔ اپنے مرکزِ علمی اور مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی زیارت اور وہاں کے اکابر سے ملاقات اور استفادے کا موقع فراہم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مرکزِ رشد وہدایت اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے سارے خاندان کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ اور ان حضرات کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ ہم خدام کے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین!

ایک حسرت

دیوبند، دہلی، سہارنپور اور مرادآباد کے اپنے علمی مراکز میں حاضری پر دلی مسرت تو ہوئی الحمدللہ علیٰ ذلک لیکن بعض اپنے دیگر علمی مراکز کی زیارت سے بوجہ ویزہ نہ ہونے کے محرومی رہی، جس کا ازحد قلق وافسوس ہے۔ مثلاً:

ا۔ حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خانقاہ تھانہ بھون حاضری نہ ہوسکی البتہ خانقاہ شریف کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا نجم الحسن کسولوی ثم تھانوی دامت برکاتہم سہارنپور تشریف لے آئے۔ اور حضرت مولانا طلحہ صاحب زید مجدھم کے دسترخوان پر خانقاہ میں ملاقات اور زیارت نصیب ہوگئی۔ انہوں نے تھانہ بھون شریف حاضری کی دعوت بھی دی۔ لیکن ویزہ نہ ہونے کی وجہ سے احقر نے معذرت کردی۔

۲۔ اس طرح دوسرا عظیم الشان مرکز اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی یادگار مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد۔

۳۔ اکابر اولیاء اللہ کا منبع و مرکز کاندھلہ وہاں بھی حاضری کی بہت آرزو تھی کہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے مولد و مسکن میں حاضری اور حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کی زیارت نصیب ہوجائے۔ مگر یہاں بھی یہی عذر تھا کہ ویزہ نہیں تھا۔ البتہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب مدظلہم کے فرزند ارجمند محقق العصر اور کتبِ کثیرہ کے مصنف و مؤلف حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب زید مجدھم سے بذریعہ ٹیلیفون متعدد بار گفتگو ہوتی رہی۔ وہ اپنی علالت کی وجہ سے چونکہ سفر سے معذور تھے اس لئے ملاقات کے لئے دیوبند سہارنپور تشریف نہ لاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے والدِ محترم کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین! یہ مذکورہ مقامات چونکہ ضلع مظفر نگر میں ہیں جو کہ الگ ضلع اس لئے بغیر ویزے کے وہاں حاضری ممکن نہ ہوسکی۔

۴۔ مرکزِ رشد و ہدایت کلیر شریف جو کہ قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت خواجہ علی احمد صابر نور اللہ مرقدہ کا مسکن ہے وہاں بھی حاضری سے محرومی رہی۔ کیونکہ کلیر شریف پہلے ضلع سہارنپور میں تھا مگر اب اس کو دوسرے ضلع اور صوبہ میں شامل کرلیا گیا، اس لئے وہاں بھی حاضری سے محرومی رہی۔

۵۔ لکھنؤ جو کہ امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نور اللہ مرقدہ کا علاقہ ہے وہاں بھی حاضری کو بہت جی چاہتا تھا مگر عدمِ ویزہ کا عذر وہاں بھی حائل رہا۔ البتہ امام اہلِ سنت رحمہ اللہ کے پوتے حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی دامت برکاتہم سے ٹیلیفون پر رابطہ رہا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام مراکز کو ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ و مصئون رکھے۔

آمین بحرمة سید المرسلین و صلی الله تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد واله و صحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبارالجامعہ

۲۱؍شوال المکرّم: حضرت مدظلہم نے درجہ تخصص فی الفقہ کے طلبہ کی تعلیم کا افتتاح فرمایا۔ ۲۵: حضرت مدظلہم نے جامعہ میں بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ ۲۶: حضرت مدظلہم نے جامعہ میں چارروزہ حج تربیتی کورس سے ابتدائی بیان فرمایا۔ بعد کے چار روز مولانا مفتی حبیب اللہ زید مجدہم نے حجاج کرام کو حج کی تربیت دی۔ ۲۷: حضرت مدظلہم نے دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا کی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۳۰: حضرت مدظلہم نے جھاٹلہ ضلع چکوال میں سنی کانفرنس سے بیان فرمایا۔

۳؍ذیقعدہ: حضرت مولانا عبدالرحمٰن کوثر مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ جامعہ میں تشریف لائے، اور بعد عصر پرمغز اصلاحی درس ارشادفرمایا۔ ۵: حضرت مدظلہم نے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ مبھارے خان میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پردرس ارشادفرمایا۔ ۱۷: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہم مہتمم جامعہ عبداللہ بن عمر نے بعد عصر جامعہ میں اصلاحی درس ارشادفرمایا۔ ۲۰: حضرت مدظلہم نے جامعہ کے طلبہ کی تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔ ۲۱: حضرت مدظلہم نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۲۳: حضرت مدظلہم نے مدرسہ تجوید القرآن چنیوٹ میں تکمیل حفظ قرآن کریم کی تقریب سے بیان فرمایا۔

جامع مسجد ترمذی:

حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمدللہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 94x76 کی چھت کا لنٹر بحمداللہ ڈال دیا گیا ہے۔ جس پر اب تک تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے جبکہ ابھی مسجد کے ہال، برآمدے اور دوسری منزل کی تعمیر کا کام باقی ہے، جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپے ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: جامع الفتاویٰ (مدلل) جلد اول جمع وترتیب: مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی

ملنے کا پتہ: میمن اسلام بک سیلرز، لیاقت آباد کراچی PH:021-34492386 صفحات: ۶۳۱

زیرنظر کتاب جامع الفتاویٰ کی پہلی جلد ہے جو''باب الوضوء''اور طہارت کے چند ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ عظیم فقہی ذخیرہ ان شاءاللہ اسی (۸۰) جلدوں میں مکمل ہوگا۔

اس عظیم الشان فقہی موسوعہ کے تعارف کے لیے ذیل میں وہ تقریظ نقل کی جارہی ہے جو حضرت مدیراعلیٰ مدظلہم نے اس کتاب کی جلد اول کے لیے تحریر فرمائی ہے:

''یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرما کر اس کی حفاظت قیامت تک اپنے ذمہ لی ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر دور میں اس کے لیے ایک جماعت کو منتخب فرمایا جس نے یہ فریضہ انجام دیا اور دین اسلام کی ہر طرح حفاظت کی اور ہر شعبہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ برصغیر پاک وہند میں دین کے مختلف شعبوں میں جن حضرات کو قرآن وسنت کے مطابق خدمات کا اعزاز عطا فرمایا گیا، ان میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کے بعد اکابرین علماء دیوبند اور ان کے اخلاف کی خدمات نمایاں ہیں۔ قرآن وحدیث تفسیر وفقہ عقائد وغیرہ میں ان کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ فقہ جو دراصل قرآن وسنت سے ماخوذ ومستنبط ہے اس شعبہ میں ان کی تحریری، تقریری خدمات بطور خاص قابل ذکر ہیں، اس موضوع پر اگر ان کے فتاویٰ کو دیکھا جائے تو تعداد ہزاروں سے تجاوز کر کے لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے، آج ان حضرات کی یہ فقہی خدمات علماء وفقہاء اور ہر دارالافتاء سے متعلق حضرات کی رہنمائی کر رہی ہے،

دورِحاضر میں کوئی عالم و مفتی ان سے مستغنی نہیں ہے لیکن اتنے دفاتر کا جمع کرنا اوران سے استفادہ کرنا بسا اوقات ہر عالم اور مفتی کے لیے مشکل ہوجاتا ہے اس لیے اس امر کی بے حد ضرورت تھی کہ کوئی رجل الرشید اور فردِفریدان تمام فتاویٰ کو سامنے رکھ کر ہر مسئلے سے متعلق ایک جامع اور مفصل فتویٰ درج کرنے کے بعد دیگر فتاویٰ جات کے حوالہ جات کو اس مسئلے سے متعلق تحریر کردے، تاکہ بوقت ضرورت ان فتاویٰ کی طرف بھی مراجعت کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اہم خدمت ہمارے محترم بھائی فضیلۃ الاستاذ حضرت مولانا عبدالرحمٰن الکوثر حفظہ اللہ تعالیٰ سے لی اوران کو اس کام کے لیے بطورِ خاص مُوَفَّق فرمادیا۔اس وقت تک وہ اس نہج پر جامع الفتاویٰ کے نام سے چالیس جلدیں مہیا کرچکے ہیں، امید ہے کہ یہ عظیم فقہی موسوعہ پچاس جلدوں میں تیار ہوگا۔احقر نے بعض جلدوں کی زیارت کی ، اسے دیکھ کر بے اختیار زبان سے یہی نکلتا ہے هکذا تکون همة الرجال وعظیمة الابطال کثر اللّٰه فینا امثالهم ۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائیں اور امت مسلمہ کے لیے اس کو نافع ومفید فرمائیں اوران کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

مزید خوشی کا باعث یہ ہے کہ ان فقہی فتاویٰ کو قرآن وسنت کے دلائل سے مزین کیا گیا ہے، عرصہ دراز سے ضرورت تھی کہ اردو فتاویٰ میں فقہی دلائل کے ساتھ قرآن وسنت کی ادلہ کو بھی ذکر کیا جائے ، اردو فتاویٰ میں اس کی کمی تھی جو جامع الفتاویٰ میں پوری کردی گئی ہے۔جس پر فاضل مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

احقر کے لیے یہ امر باعث تشکر وموجب فرحت ہے کہ جامع الفتاویٰ میں دیگر فقہاء عصر کے ساتھ حضرت جدامجد اور حضرت والد محترم رحمہما اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ اور افادات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔حق تعالیٰ تمام فقہاء کی کاوشوں کو قبول فرماویں، اوران سب کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں، آمین‘‘۔